ٹیلیفون نمبر ۳۳ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

Digitized By Khilafat Library Rabwah

الفضل قادیان

خطبہ نمبر ۱۰

یوم دوشنبہ

جلد ۳۳ | ۱۲ ماہ امان ۱۳۲۴ھ | ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ | ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء | نمبر ۶۰

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۱ ماہ امان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز آج ۳ بجے شام کی گاڑی سے سندھ تشریف لے جانے کے لئے روانہ ہوئے حضور کے ہمراہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم چہارم اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز بھی ساتھ ہیں۔ حضور نے اپنے بعد حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ حضور کا پتہ حسب ذیل ہوگا:۔ معرفت پوسٹماسٹر صاحب کنجیجی جے۔ ریلوے ضلع تھرپارکر سندھ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو پھوڑے کی تکلیف بدستور ہے۔ احباب کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں

آج غیر مسلموں میں یوم التبلیغ منایا گیا۔ تمام محلوں کے احباب صبح سے شام تک تجویز شدہ وفود کی صورت میں مضافات کے دیہات میں تبلیغ کے لئے گئے — نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری اور ملک محمد عبداللہ صاحب کو شیخوپورہ بسلسلہ مناظرہ بھیجا گیا — افسوس شیخ حبیب اللہ صاحب

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ لاہور کو بہت زیادہ ترقی اور حرکت کی ضرورت ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ ماہ امان ۱۳۲۴ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۴۵ء بمقام احمدیہ مسجد لاہور

(مرتبہ۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی مولوی فاضل)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

پچھلے دنوں میں نے اخباروں میں پڑھا تھا۔ کہ

لاہور کی آبادی

جس کے لئے راشن مہیا کرنے کی ذمہ داری گورنمنٹ نے اٹھائی ہے۔ نو لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ پڑھ کر جہاں میں نے پنجابی لوگوں کے ترقی کے جذبہ کی تعریف کی۔ وہاں میرے دل میں یہ احساس اور تکلیف دہ احساس بھی پیدا ہوا۔ کہ جس نسبت سے لاہور کی آبادی بڑھی ہے۔ اس نسبت سے یہاں کی احمدی جماعت نہیں بڑھی۔ پہلے میں یہ خیال کر کے اپنے ذہن میں خوش تھا۔ کہ لاہور کی آبادی تو وہیں چار پانچ لاکھ پر کھڑی ہے۔ اور ہماری جماعت بڑھ رہی ہے۔ لیکن جب لاہور کی آبادی چار پانچ لاکھ سے بڑھ کر نو لاکھ تک ہوگئی ہے۔ تو

ہماری لاہور کی جماعت

کی ترقی تبھی تسلی بخش ہو سکتی تھی۔ کہ یہاں کی جماعت چار ہزار سے بڑھ کر دس ہزار ہو جاتی۔ گو لاہور کی جماعت نے ترقی کی ہے۔ اولاد کے ذریعہ بھی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اور کچھ نئے آدمی بھی جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی اس شدت سے ترقی نہیں کی۔ جس سے لاہور کی آبادی بڑھی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متمدن ملک کے رہنے والے دنیا دار لوگوں کی توجہ زیادہ تر شہروں کی طرف ہوتی ہے۔ جس ملک کی صنعت و حرفت ترقی کرتی ہے۔ اس ملک کے شہر بھی بڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ

صنعت و حرفت کی ترقی کا اصل مقام

شہر ہی ہوتے ہیں۔ کیا بلحاظ اس کے کہ کارخانوں وغیرہ کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ مزدور شہروں میں رہ سکتے ہیں۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ شہروں میں بوجہ کمپنیوں کے مرکز ہونے کے مشینیں اور صنعت و حرفت کے دوسرے سامان آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ روپیہ کمانے والے لوگ جن کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ ایسی جگہوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ جہاں کھانے پینے اور پہننے کے سامانوں کے علاوہ سنیما تھیٹر اور سرکس وغیرہ کا انتظام ہو۔ وہ کہتے ہیں۔ روپیہ کمانے کی غرض تو یہ ہے۔ کہ انسان عیش اور راحت سے زندگی بسر کر سکے۔ اگر روپیہ کے بدلہ میں راحت اور عیش میسر نہیں ہو سکتا۔ تو روپیہ کمانے سے کیا فائدہ۔ پس ریلوں کی سہولتوں کی وجہ سے اور کارخانوں کی وجہ سے اور رہائش اور دوسرے سامانوں کے میسر آنے کی وجہ سے اور پھر بنکوں کی وجہ سے صنعت جب شہروں میں پھیلتی ہے۔ تو ارد گرد کے علاقہ کے لوگ شہروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کے لوگ بجائے ادھر ادھر جانے کے قادیان کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس لئے جہاں تک (immigration) یعنی نقل مکانی کا سوال ہے۔ ہماری جماعت کو دوسری اقوام کے ساتھ مشابہت نہیں۔ دوسرے لوگ خاص طور پر بڑے بڑے شہروں کی طرف خصوصاً دار الحکومت کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ کیونکہ بینکوں کی وجہ سے اور سرکاری امداد میسر ہو سکنے کی وجہ سے جو سہولتیں وہاں حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرے چھوٹے شہروں میں اتنی سہولتیں صنعتی اور تجارتی ترقی کی حاصل نہیں ہوتیں۔ مگر جماعت احمدیہ کا بیشتر حصہ جب اپنے علاقہ کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ تو بجائے دوسرے شہروں کی طرف جانے کے وہ قادیان کی طرف دوڑتا ہے۔ لیکن

قادیان کی آبادی کی ترقی

اور لاہور کی جماعت کی معمولی ترقی کو ملا کر بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ باوجود قادیان کی طرف میلان ہونے کے لاہور کی جماعت میں ایسی حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ جس کی قومی ترقی کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ میں جب

ایک مذہبی تقریب

پر انگلستان گیا۔ تو راستہ میں فلسطین، شام اور لبنان کو بھی دیکھا۔ لبنان جانا تو خیال ہی تھا۔ کیونکہ لبنان میں داخل ہونے سے پہلے میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ اور اسی حالت میں تھا جبکہ لبنان کو چھوڑا۔ اس لئے لبنان کو میرا دیکھنا نہ دیکھنے کے برابر تھا۔ لیکن

فلسطین اور شام

کو میں نے دیکھا۔ فلسطین میں یہودیوں کی اصل آبادی تو دو تین فیصدی تھی۔ مگر نقل مکانی کی وجہ سے جس کی غرض یہ ہے۔ کہ چاروں طرف سے یہودیوں کو جمع کر کے لایا جائے۔ اور ان کے آبائی وطن میں ان کو آباد کیا جائے۔ اسی وجہ سے دو تین فیصدی سے فلسطین میں یہودیوں کی آبادی دس فیصدی ہوگئی۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی آبادی کچھ تو یہودیوں کے کثرت سے آجانے کی وجہ سے اور مسلم سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ طبقہ اس زندگی عیسائیوں کا ایسا ہی تھا۔ جھگڑے سے ڈر کر شام یا دوسری

ایڈیٹر:- غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور [illegible]

کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ اس لئے یہودیوں کی آبادی دس فیصدی ہو گئی۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی آبادی نوے فیصدی رہ گئی تھی۔ بہرحال عیسائی اور مسلمان جو اس وقت متحد تھے۔ اور آج تک بھی متحد ہیں (یہ عجیب بات ہے کہ باقی تمام دنیا میں یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ایک سمجھتے ہیں۔ لیکن فلسطین کے عیسائی کلی طور پر مسلمانوں کے ساتھ اس بات میں متفق ہیں۔ اور وہ بھی یہی چاہتے ہیں۔ کہ یہودیوں کو یہاں آباد نہ ہونے دیا جائے) فلسطین میں ان دونوں کی آبادی نوے فیصدی تھی۔ اور یہودیوں کی آبادی دس فیصدی تھی۔ قوموں کی حرکت دیکھنے کا ذریعہ سٹیشن ہوتے ہیں۔ جہاں پر لوگ آنے جانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اور جہاں پر پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ قوم کے اندر کیسی حرکت پائی جاتی ہے۔ تجارتیں کرنے والوں کو ادھر ادھر آنا جانا پڑتا ہے۔ ملازمتوں والے بھی ادھر ادھر دورے کرتے ہیں۔ صنعت و حرفت والوں کو بھی اپنے کام کے لئے دورے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے سٹیشنوں اور ریلوں کے ذریعہ پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ کسی قوم میں آبادی کے لحاظ سے حرکت پائی جاتی ہے یا نہیں فلسطین کے ریلوے سٹیشنوں پر مجھے اس بات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اور میں نے آبادی کے لحاظ سے دس فیصدی یہودیوں کو سٹیشنوں پر نوے فیصدی کی تعداد میں دیکھا۔ اور آبادی کے لحاظ سے نوے فیصدی مسلمان اور عیسائی سٹیشنوں پر دس فیصدی نظر آئے یہ کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ ایسا فرق ہے کہ شائد خطۂ زمین پر اور کسی جگہ نظر نہیں آ سکتا۔ پس قوموں میں حرکت بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں سفر کرنے اور

سیر فی الارض

کا بار بار ذکر آتا ہے۔ بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید نے خالی سیر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ پہاڑوں دریاؤں اور سمندروں [illegible] کیا کرو۔ رات کے وقت آسمان پر تارے دیکھ لیا کرو۔ اس سے محدود کا اور کوئی مطلب نہیں۔ اور یہ سمجھنے والے بھی صرف ایک فیصدی ہیں باقی ننانوے فیصدی ایسے ہیں۔ جو یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ

قرآن مجید میں

لکھا کیا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ آسمان کو دیکھنے اور ستاروں پر غور کرنے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ پہاڑوں کو دیکھنے اور دریاؤں اور سمندروں کو دیکھنے اور ان پر غور کرنے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس بات کا ذکر آتا ہے۔ کہ جاؤ اور دنیا میں پھر کر دنیا کے حالات کا مطالعہ کرو۔ مگر مسلمانوں میں کتنے ہیں جنہوں نے کبھی آسمان پر اور ستاروں پر غور کیا ہے۔ ہزار میں سے ایک بھی نہیں بلکہ لاکھ میں سے ایک بھی نہیں۔ کتنے ہیں جنہوں نے پہاڑوں اور دریاؤں اور سمندروں پر کبھی غور کیا ہے؟ کتنے ہیں جنہوں نے دنیا میں پھر کر دنیا کے حالات کا مطالعہ کیا ہے؟ قرآن مجید میں اس قسم کی آیات پڑھ کر اکثر مسلمان تو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں یہ باتیں محض حسنِ کلام کے طور پر ہیں۔ اس سے زیادہ اس کا اور کوئی مطلب نہیں۔ جس طرح غالب کے کلام میں یا ذوق کے کلام میں یا سودا کے کلام میں یا میر تقی کے کلام میں بعض باتیں محض تزئین کلام کے طور پر ہیں۔ اور اس سے زیادہ ان کی اور کوئی غرض نہیں۔ اسی طرح اللہ میاں نے بھی قرآن مجید میں اس قسم کی باتیں کہ جاؤ اور پہاڑوں کو دیکھو جاؤ اور دریاؤں اور سمندروں کی سیر کرو۔ اور ان پر غور کرو۔ آسمان اور آسمان کے ستاروں پر غور کرو۔ محض کلام کو مزیدار بنانے کے لئے بیان کر دی ہیں۔ ورنہ خدا کا یہ منشا نہیں۔ کہ آسمان اور آسمان کے ستاروں پر سچ مچ غور کیا جائے۔ یا پہاڑوں اور دریاؤں اور سمندروں پر غور کرو۔ پس جب وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس قسم کی باتیں محض حسنِ کلام کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ اسکی اور کوئی غرض نہیں۔ تو انہوں نے ان باتوں پر عمل کیا کرنا ہے۔ اور جب انہوں نے عمل نہیں کرنا تو

قرآن کریم کی تعلیم

سے انہوں نے فائدہ کیا اٹھانا ہے؟ تھوڑے دن ہوئے میں نے ایک فرانسیسی شخص کے لکھے ہوئے مضمون کا ایک اقتباس پڑھا۔ یہ شخص جہازوں کا افسر ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ میری ساری عمر جہازوں میں گذری۔ مجھے قرآن مجید دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ایک دن اتفاقاً سفر میں مجھے ایک شخص ملا۔ جس کے پاس فرانسیسی یا ڈچ زبان میں قرآن مجید کی ایک کاپی تھی۔ اسے لیکر میں نے کھولا۔ تو اس میں سے پہلی جگہ جس پر میری نظر پڑی وہ یہ تھی۔ کہ کافر کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔ جیسے رات کی تاریکی میں کوئی شخص سمندر میں سفر کر رہا ہو۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہوں۔ اور سخت تاریکی ہو۔ گہرے سمندر میں ایک لہر کے بعد دوسری لہر اٹھ رہی ہو۔ اور بچاؤ کا کوئی سامان نظر نہ آتا ہو۔ بالکل یہی حالت کافر کی ہوتی ہے۔ وہ شخص لکھتا ہے۔ کہ میں نے اسے بہت پسند کیا۔ اور میں نے کہا۔ کہ کسی

اچھے تجربہ کار بحری

نے نہایت عمدگی سے سمندر کے خطرات کو تھوڑے سے تھوڑے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو سمندر کا سفر کرنے کا موقعہ ملنا تو الگ رہا۔ آپ نے کبھی کسی چھوٹی کشتی میں بھی پاؤں نہ رکھا۔ تو پھر میں نے کہا۔ کہ یہ بات کہنے والی کوئی اور ذات ہے۔ یعنی خدا جو سمندروں کے رازوں سے بھی واقف ہے، اور میں نے اسلام کا مزید مطالعہ کیا اور میں مسلمان ہو گیا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت اہم تقریر

لاہور کے ہر مذہب و ملت کے ہزاروں تعلیمیافتہ اور معزز اصحاب کے مجمع نے مسلسل اڑھائی گھنٹے نہایت سکون اور سنجیدگی سے سنا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۲۶ فروری کو لاہور کے ایک پبلک جلسہ میں اسلام کے اقتصادی نظام کے موضوع پر جو تقریر فرمائی ہے وہ نہ صرف اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک خاص تقریر ہے بلکہ اپنے اثرات کے لحاظ سے بھی خاص خصوصیت رکھتی ہے۔ حضور نے یہ تقریر کئی ہزار کے مجمع میں فرمائی۔ اور یہ مجمع کوئی عام لوگوں کا نہ تھا۔ بلکہ ہر مذہب و ملت کے اہل علم اور معزز اصحاب کا تھا۔ جنہیں خاص طور پر اس لیکچر کے سننے کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ اور ان میں کالجوں کے پروفیسر صاحبان بیرسٹر اور وکلاء اور کالجوں کی اعلےٰ کلاسوں کے طلباء شامل تھے۔

یہ لیکچر مسلسل اڑھائی گھنٹے جاری رہا۔ اور اہل علم اور معزز طبقہ کے سامعین نے اس توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ سنا۔ کہ جلسہ کے صدر جناب رام چند صاحب منچندہ کو اپنی مختصر سی تقریر میں بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنا پڑا۔ کہ اگر کوئی یورپین اس حالت کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ کہ ہندوستان نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔

جناب صدر نے یہ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر کی تعریف و توصیف میں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل علم اور معزز طبقہ کے اتنے بڑے مجمع کی اتنے عرصہ تک نہایت سکون اور سنجیدگی کے ساتھ کوئی تقریر سننے اور اس سے اس قدر متاثر ہونے کی یہ پہلی مثال تھی۔

احباب جماعت یہ سنکر خوش ہونگے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی یہ تقریر مفصل طور پر قلم بند ہو چکی ہے۔ اور مرتب کر کے حضور کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے۔ حضور کے ملاحظہ کے بعد اسے جلد سے جلد شائع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ احباب جماعت کو جہاں اس کے مطالعہ سے خود مستفیض ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیئے وہاں ہر مذہب و ملت کے تعلیم یافتہ اصحاب میں اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنے کے لئے بھی انتظام کرنا چاہیئے۔

پس یہ خیال کرنا جیسا کہ بعض مسلمان سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس قسم کی باتیں محض شاعرانہ رنگ میں حسن کلام کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ کہ پہاڑوں کو دیکھو سمندروں اور دریاؤں کو دیکھو۔ اور آسمان کے ستاروں کو دیکھو۔ بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی باتیں محض حسن کلام کے طور پر بیان نہیں کی گئیں۔ بلکہ

دنیا کی ہر ایک چیز

کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ ان کو دیکھو اور ان پر غور کرو۔ اور ان سے سبق حاصل کرو۔ مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو ان باتوں پر غور کرتے ہیں؟ بہت کم لوگ ہیں۔ جو ان باتوں پر غور کرتے ہیں اکثر لوگ کوئیں کے مینڈک کی طرح اپنے ماحول سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی چیز انگشتانہ میں رہ سکے۔ (انگشتانہ اس آلہ کو کہتے ہیں۔ جسے کپڑا سینے کے وقت درزی اپنی انگلی میں پہن لیتے ہیں۔) تو وہ اس انگشتانہ میں رہنے والی چیز ہیں۔ قرآن مجید ہمیں کسی ایک چیز پر بس نہیں کراتا۔ بلکہ وہ ہمیں دنیا کے سارے علوم کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ میرے پاس بعض آدمی آتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے بعد وہ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ اچھا صاحب آپ نے یہ علم کہاں سے پڑھا ہے۔ جب میں انہیں جواب دیتا ہوں۔ کہ میں نے سب کچھ قرآن مجید سے پڑھا ہے۔ تو وہ حیران ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ میں نے جھوٹ بولا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ نادان دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ

قرآن مجید میں دنیا کے سارے علوم

پائے جاتے ہیں۔ اور جس طرح پودوں میں خدا تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے۔ کہ وہ سورج کی روشنی میں سے کیمیائی مادے کھینچ لیتے ہیں۔ جن سے ان کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ اور آپ ہی آپ بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید نے علوم میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ اسکو پڑھ کر انسان دنیا کا ہر علم حاصل کر سکتا ہے۔ لاہور میں ایک دفعہ میرے پاس ایک عورت آئی۔ وہ ایم۔ اے میں فلاسفی پڑھتی تھی۔ مرد تو اس قسم کے بیہودہ سوال بہت کم کرتے ہیں۔ مگر عورتیں ایسے سوال کرلیا کرتی ہیں۔ کم از کم مجھ سے سوائے ایک شخص کے کبھی کسی مرد نے ایسا سوال نہیں کیا۔ مگر اس عورت نے چھوٹتے ہی مجھ سے پوچھا۔ کہ آپ کیا کام کرتے ہیں میں نے کہا میں

دین کی خدمت

کرتا ہوں۔ کہنے لگی۔ آپ کی تعلیم کہاں تک ہے۔ میں نے کہا میں تو پرائمری فیل ہوں۔ پھر اور باتیں شروع ہوئیں۔ میں اس پر کوئی سوال کرتا۔ جب وہ اس کا جواب دیتی۔ تو میں اس پر جرح کرتا تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگی۔ کیا آپ انگلستان اور امریکہ رہے ہیں۔ میں نے کہا میں صرف دو ماہ کے لئے انگلستان گیا تھا۔ اور امریکہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ پھر اور باتیں شروع ہوئیں۔ پھر شائد اسے یاد آ گیا۔ کہ باہر اس نے شیخ بشیر احمد صاحب کا بورڈ دیکھا تھا۔ اس پر کہنے لگی اچھا آپ ایڈووکیٹ ہیں۔ میں نے کہا میں کچھ بھی نہیں۔ میں تو صرف قرآن مجید پڑھا ہوا ہوں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر سچائی موجود ہے۔ اگر ہم قرآن مجید پر غور اور تدبر کریں۔ تو کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ جو قرآن مجید میں پوری نہ ہوتی ہو۔ اگر ہم دنیوی علوم کے لحاظ کر جاہل مطلق بھی ہوں۔ تب بھی قرآن مجید پر غور کرنے کے بعد اتنا علم ہمیں ضرور حاصل ہو جائیگا۔ کہ ہم کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہونگے اور اگر ہم قرآن مجید پر غور اور تدبر کرنے کے عادی ہوں گے۔ تو ہم اس کے علوم سے فائدہ اٹھائیں گے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے مسلمان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں جو اس قسم کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ کہ دنیا میں پھرو اور دنیا کے حالات کا مطالعہ کرو۔ اور دریاؤں اور سمندروں اور پہاڑوں پر غور کرو۔ یہ باتیں محض کلام کو زوردار بنانے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی اور کوئی غرض نہیں حالانکہ قرآن مجید نے ان باتوں کو یونہی بیان نہیں کیا۔ بلکہ قرآن مجید ہر مسلمان کو وہی پوزیشن دیتا ہے۔ جو آجکل مسٹر چرچل یا روزویلٹ یا سٹالین کی ہے۔ اور فرماتا ہے کہ تم دنیا کی قوموں کی کامیابی پر نگاہ ڈالو۔ اور غور کرو۔ کہ ان کو وہ کامیابیاں کس طرح حاصل ہوئیں۔ اور جو قومیں دنیا میں گری ہیں۔ ان کے گرنے کی وجوہ تلاش کرو۔ اور سوچو کہ ان کے تنزل کے کیا اسباب تھے۔ جن قوموں نے ترقی حاصل کی ہے۔ ان کو کون کونسی سہولتیں میسر تھیں۔ جن کی وجہ سے انہوں نے ترقی کی۔ تم بھی وہ سہولتیں اور وہ سامان مہیا کرنے کی کوشش کرو۔ اور جو قومیں گر گئی ہیں۔ ان کے گر جانے کے کیا اسباب تھے۔ اور کونسی خرابیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے ان کا تنزل ہوا۔ تم ان باتوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ اسی طرح قرآن مجید علم جغرافیہ اور علم ہیئت کیطرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ تم زمین و آسمان کو دیکھو اور ان پر غور کرو۔ ستاروں کو دیکھو اور ان پر غور کرو۔ تمہیں ان کے پیچھے اور بہت سارے جہان نظر آئیں گے۔ یہ وہ چیز ہے۔ جو قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز پر زیادہ سے زیادہ غور کرو۔ ادھر تو قرآن مجید یہ کہتا ہے۔ کہ لغو چیزوں سے پرہیز کرو۔ اور ادھر فرماتا ہے۔ کہ آسمان اور ستاروں کو دیکھا کرو۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ

آسمان اور ستاروں پر غور کرنا

لغو نہیں بلکہ ان پر غور کرنے سے بہت سے علوم کھلتے ہیں۔ اسی طرح ادھر تو قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ لغو کاموں سے پرہیز کرو۔ اور ادھر یہ فرماتا ہے کہ کھنڈرات کو دیکھو تو صاف معلوم ہوا۔ کہ کھنڈرات کو دیکھنا لغو نہیں بلکہ اس سے سبق حاصل ہوتا ہے۔ اور معلومات وسیع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ادھر تو قرآن مجید یہ فرماتا ہے۔ کہ لغو کاموں سے پرہیز کرو۔ اور ادھر فرماتا ہے کہ گزشتہ لوگوں کی تاریخوں پر غور کرو۔ ادھر فرماتا ہے لغو کاموں سے پرہیز کرو۔ اور ادھر فرماتا ہے۔ کہ قوموں کی ترقی اور تنزل کے اسباب پر غور کرو۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ساری باتیں جن کے دیکھنے اور جن پر غور کرنے کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے۔ یہ لغو نہیں بلکہ ان کو دیکھنا اور ان پر غور کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ

جہالت کے جوش میں

آ کر کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ سیاحت کرنا لغو اور بیہودہ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ایک طرف لغو کاموں سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا ہے۔ کہ دنیا میں چلو پھرو اور دنیا کے حالات کو دیکھو۔ تو صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید ہر کام کی حد بندی کرتا ہے۔ وہی چیز جو اپنے دائرہ کے اندر مفید ہوتی ہے۔ اپنے دائرہ سے باہر لغو ہو جاتی ہے۔ کیا اس صورت میں دین کا علم حاصل کرنا بھی لغو نہیں بن جاتا۔ جب مولوی ساٹھ ساٹھ سال تک اپنی عمر پڑھنے میں گزار دیتے ہیں جب میں

عربی مدارس کا دورہ

کرتے ہوئے رام پور گیا۔ تو وہاں میں نے ایک افغانی طالب علم کو دیکھا۔ جس کی عمر پچاس پچپن سال کی تھی۔ اور بال سفید ہو رہے تھے۔ وہ بیٹھا بخاری پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کیوں پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت تو سب کے سامنے اس نے یہی جواب دیا۔ کہ علم کو علم کی خاطر حاصل کرنا نیکی ہے لیکن میں یہی سمجھتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اور وہ بھی جانتا تھا۔ کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ جب ہم وہاں سے باہر آئے۔ تو وہ بھی ہمارے پیچھے باہر آ گیا۔ اور باہر آ کر کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ علم جو ہم پڑھ رہے ہیں۔ اسکا دنیا میں کیا فائدہ ہے۔ اسے پڑھ کر کونسی نوکری مل جاتی ہے۔ مجھے پڑھائی ختم کئے تو پندرہ بیس سال ہو گئے ہیں۔ لیکن میں ہر سال عمداً فیل ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ میں اس انتظار میں ہوں کہ یہاں کے بڑے مدرس صاحب فوت ہوں۔ جب وہ فوت ہو جائیں گے۔ تو میں بھی پاس ہو جاؤنگا۔ اور مجھے انکی جگہ نوکری مل جائیگی۔ اب اس زندگی کا کیا فائدہ؟ بظاہر وہ دین کی کتابیں پڑھتا تھا بخاری پڑھتا تھا۔ فقہ کی کتابیں پڑھتا تھا۔ لیکن وہ یہ ساری کتابیں محض اس لئے پڑھتا تھا۔

مگر اس کا وقت کسی کام میں لگا رہے۔ اور انتظار کرنا اس پر شاق نہ گذرے۔ یہانتک کہ استاد فوت ہو جائے۔ اور اس کی جگہ اسے مل جائے۔ اب یہ کام ایسا ہی لغو تھا۔ جیسا کہ سینما یا سرکس میں وقت گذارنا لغو ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ لغو تھا۔ کیونکہ ایک شخص سینما یا سرکس دیکھنے کے بعد آکر اور کام شروع کر دیتا ہے۔ مگر اس نے تو اپنی ساری عمر ہی سینما میں گذار دی۔ ساری عمر ہی سرکس میں گذار دی۔ اور ساری عمر ہی عملی میدان میں قدم نہ رکھا۔ مرنے کے بعد جب خدا تعالیٰ اس سے سوال کرے گا۔ کہ تم نے دنیا میں کیا کام کیا۔ تو وہ سوائے اس کے اور کیا جواب دیگا۔ کہ حضور میں نے اپنی ساری عمر اس انتظار میں گذار دی۔ کہ کب استاد مرے اور مجھے اسکی جگہ ملے۔ پس قرآن مجید نے عن اللغو معرضون کہہ کر ایک طرف یہ اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس کام کا کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہ لغو ہے۔ اس سے مومن کو اعراض کرنا چاہیئے۔ اور دوسری طرف یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ

سمندروں اور دریاؤں کی سیر کرو

صحراؤں اور میدانوں کو دیکھو۔ اور دنیا کے حالات پر غور کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ کام لغو نہیں۔ بلکہ ان کو دیکھنے سے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ ذکر آتا ہے۔ کہ قافلے صحراؤں میں رستہ بھول جاتے ہیں۔ اور صحرا میں چلتے چلتے انسان اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ سامنے جھیل ہے۔ اور چمکتا ہوا پانی اسے نظر آتا ہے۔ مگر جب وہاں پہنچتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جھیل نہیں بلکہ سفید ریت ہے۔ اور چمکتا ہوا پانی نہیں۔ بلکہ سورج کی شعاعیں ہیں۔ جو ریت کے اوپر کانپ رہی تھیں۔ اور ایسے رنگ میں ریت پر روشنی ڈال رہی تھیں۔ کہ دور سے دیکھنے والا اسے پانی سمجھتا تھا۔ ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ جو

جھوٹی دنیا

اپنے دل میں بساتے ہیں۔ اور جھوٹی امیدیں اور جھوٹی امنگیں اور جھوٹے مقاصد کو اپنے سامنے رکھ کر ان کو حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی عمر کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان کی امیدیں اور امنگیں سراب کی طرح ثابت ہوتی ہیں۔ جس طرح سراب کو دور سے پانی سمجھنے والا جب اس کے پاس پہنچتا ہے۔ تو پانی کی بجائے چمکتی ہوئی ریت پاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو جھوٹی امیدوں اور جھوٹی امنگوں میں اپنی ساری عمر گذار دیتا ہے۔ زندگی کے خاتمہ پر مایوسی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ اور اسکی تمام امیدیں اسے سراب معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے وہ پانی سمجھ رہا تھا۔ اب یہ نظارہ ایک لاہور میں رہنے والا کس طرح قیاس میں لا سکتا ہے۔ جس نے کبھی سراب دیکھا ہی نہیں۔ کہ کس طرح صحرا کی ریت دور سے شفاف پانی نظر آتی ہے۔ جس کو دیکھ کر پیاسا آدمی اسکی طرف دوڑنے لگتا ہے جب اس نے یہ نظارہ دیکھا ہی نہیں۔ تو وہ قرآن مجید کے اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش میں ناکام رہے گا۔ اور خیال کرے گا۔ کہ قرآن مجید کوئی ایسی بولی بول رہا ہے۔ جسے میں نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح قرآن مجید میں

کافر کی زندگی

کو جو سمندر کے طوفان سے مشابہت دی گئی ہے۔ اس مثال کو وہ شخص کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ جس نے کبھی سمندر نہ دیکھا ہو۔ کہ اس میں طوفان اٹھ رہا ہو بجلیاں چمک رہی ہوں۔ سمندر کا پانی جہاز کے اوپر سے کود کود کر اسے اپنی گود میں لے رہا ہو۔ جہاز ڈوب جائے اور یہ شخص سمندر میں غوطے کھاتا ہوا بچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن نہ دائیں اور نہ بائیں۔ نہ آگے اور نہ پیچھے بچاؤ کا کوئی سامان نظر نہ آتا ہو۔ اس کے دائیں بھی پہاڑ کی سی ایک لہر اٹھ رہی ہو۔ اور بائیں بھی پہاڑ کی سی ایک لہر اٹھ رہی ہو۔ اس کے سامنے بھی پہاڑ کی سی ایک لہر اٹھ رہی ہو۔ اور پیچھے بھی پہاڑ کی سی ایک لہر اٹھ رہی ہو۔ اور یہ سمجھ رہا ہو۔ کہ اس کے ساتھیوں کو سمندر نگل گیا ہے۔ اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہو۔ کہ اس سے دس فٹ کے فاصلہ پر یہی جذبات اس کے ساتھی کے دل میں پیدا ہو رہے ہوں گے۔ اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا پتہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کے درمیان پہاڑ کی سی ایک لہر حائل ہوگی۔ یہ تمام نظارے جب تک کسی شخص نے

سمندر کا سفر

نہ کیا ہو اس وقت تک اس کے قیاس میں بھی نہیں آ سکتے۔ اسی طرح بہت سے انسان آسمان کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں۔ جس طرح مقیش والے دوپٹہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ آسمان ایک نیلی چادر ہے۔ جس میں سفید سفید مقیش لگی ہوئی ہے۔ اور وہ اسکی بیک گراؤنڈ پر نظر نہیں کرتے۔ اور اس احساس سے آسمان پر غور نہیں کرتے۔ کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ اور غور نہیں کرتے۔ کہ درحقیقت ان گنت میلوں وسیع علاقہ میں یہ ستارے پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آسمان میں اس طرح تیرتے پھرتے ہیں۔ جس طرح ایک پھدڑ (چھوٹی سی مچھلی کو پنجابی میں پھوڑ کہتے ہیں) ایک وسیع سمندر میں تیرتی پھرتی ہو۔ پس جب تک کوئی شخص ان تمام باتوں پر غور نہ کرے۔ وہ

خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اندازہ

کس طرح لگا سکتا ہے۔ آج کل کے مسلمانوں نے ان باتوں پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ نہ تاریں تھیں اور نہ ریلیں۔ ایک مسلمان عرب سے اٹھتا تھا۔ اور بغیر روپیہ اور بغیر سامانوں کے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر جاتا تھا۔ ابن بطوطہ سپین سے چلا اور افریقہ کا دورہ کرتا ہوا مڈل ایسٹ میں سے ہوتا ہوا ایران آیا۔ ایران سے افغانستان اور افغانستان سے ہندوستان اور ہندوستان سے پھر چین پہنچا۔ اور پھر اپنے ملک واپس جا کر ایک کتاب لکھی اور اس زمانہ کے حالات کا حیرت انگیز نقشہ کھینچا۔ گو بعض باتیں اس نے ایسی بھی لکھی ہیں۔ کہ ان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض باتیں ایسی بھی ہیں۔ جو بظاہر اس زمانہ کے لحاظ سے صحیح معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن ممکن ہے۔ اس قسم کی باتیں اس زمانہ میں ہوتی ہوں۔ تو مسلمان نکلتے تھے۔ اور دنیا کے کونوں میں پھیل جاتے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھیں۔ تو

لاہور کی جماعت کی ترقی

بالکل محدود اور کیلے سے بندھی ہوئی نظر آتی ہے۔ حالانکہ ہماری مثال تو اس بادل کی ہے۔ جو کبھی ایک جگہ پر نہیں ٹھیرتا۔ کبھی تم نے دیکھا ہے۔ کہ بادل کیلے سے بندھا ہوا ہو۔ لیکن وہ شخص جو اپنے ماحول سے باہر نہیں نکلتا۔ اور کیلے سے بندھا رہتا ہے۔ گھر سے دفتر چلے جانا اور دفتر سے گھر آ جانا یہی اس کی زندگی ہے۔ وہ

ہر جگہ برسنے والا بادل نہیں

بلکہ پنجرے کا قیدی ہے۔ وہ طوطا یا بیا ہے۔ جو کبھی اپنے قفس سے باہر نہیں نکلا۔ حالانکہ مومن تو ان بادلوں کی طرح ہوتا ہے۔ جو ایک وقت کلکتہ پر برس رہے ہوں۔ تو دوسرے وقت کراچی پر موسلا دھار بارش برسا رہے ہوں۔ پس جب تک یہ بیداری پیدا نہ ہو۔ جب تک مومن کی یہ حالت نہ ہو۔ کہ اس کو ایک جگہ پر بیٹھنا دوبھر معلوم ہو۔ اس وقت تک

صحیح رنگ میں تبلیغ

کبھی نہیں ہو سکتی۔ صحیح تبلیغ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ مومن کے اندر ایسا مادہ پایا جائے۔ جو اسے کبھی نچلا نہ بیٹھنے دے۔ اور وہ یہ سمجھے۔ کہ اگر ایک منٹ کے لئے بھی میری حرکت بند ہو گئی۔ اور میں بیٹھ گیا۔ تو میں پاگل ہو جاؤنگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے بھی تھے تو چل پھر کر آپ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کمرے کے اندر چلتے جاتے تھے۔ اور لکھتے جاتے تھے۔

مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ

ذکر کیا کرتے تھے۔ کہ جوانی میں ہم نے سنا۔ کہ قادیان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے۔ جو قرآنی علوم کا بڑا ماہر ہے۔ اور اس نے آریوں اور عیسائیوں کو ان کے اعتراضات کے خوب جواب دیئے ہیں۔ اس وقت ابھی حضور علیہ السلام نے دعویٰ نہیں فرمایا تھا۔ جب ہم نے آپ کا ذکر سنا۔ تو خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اس شخص کی زیارت ضرور کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں جہلم سے چل پڑا۔ اور قادیان پہنچا۔ قادیان آکر معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی کام کی وجہ سے گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی گورداسپور چلا گیا۔ اور پوچھ پاچھ کر اس مکان پر پہنچا۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھیرے ہوئے تھے۔ کمرے کے دروازے پر چک لٹک رہی تھی۔ اور باہر شیخ حامد علی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا۔ کہ میں حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ

اندر جانے کی اجازت نہیں۔ حضور کتاب لکھ رہے ہیں۔ اور حضور نے منع فرمایا ہوا ہے۔ کہ کوئی شخص اس وقت میرے پاس نہ آئے۔ مولوی برہان الدین صاحب رضہ سنایا کرتے تھے۔ کہ میں نے بہت لجاجت سے حامد علی صاحب سے کہا۔ کہ صرف اتنی اجازت دے دو۔ کہ چک اٹھا کر جھانک لوں۔ مگر انہوں نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ اور کہا۔ کہ حضور ایک کتاب کا مسودہ لکھ رہے ہیں۔ ان کا حکم ہے۔ کہ کسی کو اندر نہ جانے دیا جائے۔ میں نے بہت منت سماجت کی۔ کہ میں صرف حضور کی زیارت کے لئے بڑی دور سے آیا ہوں۔ مجھے صرف ایک نظر اندر جھانک کر دیکھ لینے دو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی آخر میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ اتنی دور سے آیا ہوں۔ اب زیارت کئے بغیر جانا ٹھیک نہیں۔ میں اس تاڑ میں بیٹھا رہا۔ کہ حامد علی صاحب ذرا ادھر ادھر ہوں۔ تو میں اندر جھانک کر حضور کی زیارت کر لوں۔ اتفاقاً کسی شخص نے ان کو آواز دی اور وہ ادھر چلے گئے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر چک اٹھا کر اندر جھانکا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمرے کے اندر جلدی جلدی چل رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ لکھتے بھی جاتے تھے۔ جس وقت میں نے آپ کو دیکھا۔ اس وقت دروازے کی طرف آپ کی پیٹھ تھی۔ لیکن بیشتر اس کے میں اچھی طرح سے آپ کو دیکھوں۔ اتنی دیر میں آپ واپس لوٹ چکے تھے۔ میں ڈر کے مارے بھاگا۔ کہ کہیں آپ دیکھ نہ لیں۔ اس وقت میں نے آپ کو دیکھ کر یہی نتیجہ نکالا۔ کہ جو شخص اتنا تیز تیز چلتا ہے۔ اس نے بہت دور جانا ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے۔ جبکہ آپ نے ابھی دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ صرف آپ کے مضامین اور آپ کی کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ آپ کو ایک عالم اور بزرگ مانا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مولوی برہان الدین صاحب پر آپ کے تیز تیز چلنے کا یہ اثر تھا۔ کہ اس شخص نے کسی بڑی منزل پر جانا ہے۔ اب بظاہر یہ بچوں والی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ صحیح ہے۔ کہ جس شخص کے اندر بڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ ہوگا۔ اس کے اندر بے کلی بھی ضرور پیدا ہوگی۔ اور ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ اطمینان سے ایک جگہ بیٹھا رہے۔ وہ کبھی نچلا نہیں بیٹھے گا۔ وہ کبھی ادھر حرکت کرے گا۔ اور کبھی ادھر حرکت کریگا۔ اور بیٹھا ہوا بھی ہوگا۔ تو اپنے

بڑھنے کی ہزاروں تدبیریں

سوچتا رہیگا۔ اور کسی وقت خالی نہیں بیٹھیگا۔ وہ شخص جو نچلا ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ اس کی حالت اسی طرح ہے۔ جس طرح کچی سڑکوں پر چلنے والا چھکڑا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ چھکڑے پر بیٹھا ہوا مالک سو جاتا ہے۔ اور چھکڑا چلتا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ بیل بھی سو جاتے ہیں۔ اور چھکڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جن افراد کی حالت اس قسم کی ہو۔ وہ کبھی کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس

لاہور کی جماعت

کو احمدیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ترقی کی ضرورت ہے۔ اور بہت زیادہ حرکت کی ضرورت ہے۔ ایسی حرکت جو اس کے گرد و پیش والوں کو بھی ہلا دے۔ جس شخص کے اندر حرکت پائی جائے۔ اس کے گرد و پیش کی چیزیں بھی ضرور ہلتی رہتی ہیں۔ اور ہل کر بیداری اور جوش پیدا کر دیتی ہیں۔ پس اپنے اندر ایسی زندگی اور ایسی بیداری پیدا کرو۔ کہ لاہور کے جس کوچے اور جس محلہ میں سے تم گذرو۔ لوگ یہ محسوس کریں۔ کہ یہ زندہ انسان ہے جو دوسروں کو ہلا دے گا۔ اور سوتوں کو جگا دیگا۔ پس میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اندر بیداری پیدا کریں۔ وہ بیداری جو قرآن مجید تمہارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ بیداری جو کبھی ایک جگہ نہیں رہنے دیتی۔ بلکہ اٹھائے اٹھائے آسمان پر لیجاتی ہے۔ اس سے بھی آگے جہاں جیالوجی اور طبقات الارض والوں کی تھیوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ جو خلیقی کی طرح ذروں پر تسلی نہیں پاتی۔ بلکہ کہتی ہے الیٰ ربك منتھٰہا۔ اور آگے چل۔ ان ذروں سے آگے اور غیر محدود ہستی سے۔ میرے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ کہنے لگا میں پیر ہوں۔ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمایئے۔ کہنے لگا۔ اگر کوئی شخص اپنے دوست سے ملنے کے لئے جائے اور دوست کے دروازے پر پہنچ کر بھی سواری پر ہی بیٹھا رہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اسکو سواری پر بیٹھا رہنا چاہیئے۔ یا نیچے اُتر آنا چاہیئے۔ یا ایک شخص کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کر رہا ہو۔ تو کیا کنارے پر پہنچ کر اس کو کشتی میں بیٹھا رہنا چاہیئے یا نیچے اُتر آئے

اللہ تعالیٰ کی میرے ساتھ یہ سنت ہے

کہ وہ مجھے سوال کرنے والے کا مطلب سمجھا دیا کرتا ہے کہ اس سوال کی تہ میں اصل غرض کیا ہے میں اس کے سوال کا مطلب سمجھ گیا۔ کہ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ عبادت تو ایک قسم کی سواری ہے جو شخص خدا تک پہنچ جائے اسکو عبادت کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسکو جواب دیا۔ کہ اگر اس دریا کا کوئی کنارہ ہے۔ اور کنارہ پر پہنچ کر بھی یہ شخص کشتی میں بیٹھا رہے گا۔ تو بیوقوف ہوگا۔ لیکن اگر یہ ایسے دریا میں سفر کر رہا ہے۔ جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ تو جہاں اُترا وہیں ڈوبا۔ وہ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا۔ اچھا یہ بات ہے۔ جھوٹے صوفیا کا یہ خیال ہے کہ نماز ایک سواری ہے۔ جبتک خدا نہ ملے اسوقت تک نماز پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور جب خدا مل گیا پھر نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔ انکے نزدیک بزرگی کی یہ علامت ہے کہ فلاں بزرگ نے نماز چھوڑ دی۔ مگر ہمارے نزدیک وہ کافر ہو گیا۔ اور ان کے نزدیک نماز چھوڑ دینے سے وہ بزرگ ہو گیا پس مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی ایک مقام پر کھڑا ہو جائے۔ وہ دائیں بھی دیکھتا ہے اور بائیں بھی دیکھتا ہے آگے بھی دیکھتا ہے اور پیچھے بھی دیکھتا ہے۔ مگر آخری نقطہ اپنے رب کو سمجھتا ہے وہ کسی ذرے پر کھڑا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے پیچھے ایک غیر محدود ہستی کو دیکھتا ہے۔ پس انسان کیلئے خدا تعالیٰ نے کوئی ایسا مقام تجویز نہیں کیا جہاں وہ ٹھہر جائے۔ مومن وہی ہے جسمیں دائمی حرکت پائی جائے۔ جسمیں دائمی حرکت نہ پائی جاوے وہ مسلمان نہیں۔ اور جو مسلمان نہیں وہ خدا کو بھی پسند نہیں

سیّدنا محمود ——— مصلح موعود

زمیں کو کیا آسماں نے اشارا ——— کہ پھر تیری قسمت کا چمکا ستارا
وہ حق آگیا تیغ الہام لے کر ——— وہ اوہام باطل ہوئے پارا پارا
گئی ظلمت شب سحر مسکرائی ——— صداقت نے پھر نور کا روپ دھارا
کوئی وارث عظمت و دولت دیں ——— بصد شوکت شہریاری پکارا
یہاں جھک گئے سر کئی سرکشوں کے ——— نہ تھا ذکر جن کو ہمارا گوارا
کوئی جا کے کہدے یہ اُس قافلہ سے ——— جو لاہور کو قادیاں سے سدھارا
کہ جس کو تہیدست چھوڑا انہوں نے ——— مقدّر نے ہر کام اس کا سنوارا
وہ کشتی جسے وہ ڈبو کر گئے تھے ——— اُسے موجۂ بحر نے خود اُبھارا
ہلال آسا چمکا تھا جو اوّل اوّل ——— ہوا ماہِ کامل وہی ماہ پارا
وہ "بچہ" وہ "ناتجربہ کار بچہ" ——— کیا جس سے" اہل خرد" نے کنارا
جسے راہ گم گشتہ سمجھا گیا تھا ——— وہی راہبر تھا ہمارا تمہارا
غلط کار و خود بیں نگاہوں کو چھوڑو ——— ذرا دیدۂ دل سے دیکھو خدارا
مسیحا میں تھا جو وہی حسن و احساں ——— وہی ہو بہو ہے وہ سارے کا سارا
مسیحی نفس، روح حق، نور یزداں ——— اسیروں کے ٹوٹے دلوں کا سہارا
وہ موعود مصلح ——— وہ محمود مفلح ——— وہ ایمان والوں کی آنکھوں کا تارا
وہ احمد کا فرزند دلبند یعنی ——— دعائے مسیحا خدیجہ کا پیارا
اسی کے لئے تھا مقدر وہ سہرا
جسے حق نے خود اپنے ہاتھوں سنوارا

عبد المنان ناہید

وزیر اعظم پنجاب کا بیان سردار شوکت حیات خاں کے متعلق

ملک خضر حیات خاں صاحب وزیر اعظم پنجاب نے سردار شوکت حیات خاں صاحب سابق وزیر گورنمنٹ پنجاب کی وزارت سے برطرفی کے متعلق جو بیان اسمبلی کے حال کے ایک اجلاس میں دیا ہے۔ اس نے سنجیدہ حلقوں میں رنج و افسوس کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ ان جذبات کا اظہار معاصر "انقلاب" (۱۱ مارچ) میں جن الفاظ میں کیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ حرف بحرف متفق ہیں۔ اور ہم اظہار حق کے لئے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک خضر حیات صاحب نے اپنے بیان میں جو دلائل اپنی تائید میں دیئے ہیں۔ وہ کافی نہیں۔ گو ہم مسلم لیگ کی موجودہ پالیسی کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس نے مسلمانوں کی طاقت کو تقسیم کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ پھر بھی ہم سردار شوکت حیات خاں کے خلاف وزیر اعظم کے اس اعلان کی تائید نہیں کر سکتے۔ سردار شوکت حیات خاں صاحب کی برطرفی کو حق بجانب قرار دینے کے لئے اگر کوئی اور دلائل ہوں تو ہم ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جو پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں قطعاً کوئی وزن نہیں ہے۔ اس بارے میں بہتر صورت یہی تھی کہ ملک خضر حیات خاں خاموش رہتے۔ معاصر "انقلاب" لکھتا ہے:۔

ملک خضر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے سردار شوکت حیات خاں کی برطرفی کے متعلق جو طویل بیان کل اسمبلی میں پیش کیا۔ ہم نے اسے پورے غور اور توجہ سے پڑھا ہے ہمیں دلی رنج و قلق ہے کہ ملک صاحب نے اس بیان کو اپنے ساتھ منسوب فرمانا پسند کیا جو ہمارے نزدیک بالکل غلط مشورے اور مطالب بیان کے متعلق سراسر غلط اندازے کا نتیجہ تھا۔ کاش صاحب موصوف اس معاملے کے متعلق پہلے کی طرح بالکل خاموش رہتے۔ یہ خاموشی موجودہ زبان کشائی کے مقابلے میں ان کے لئے بدرجہا بہتر اور عزت مندانہ ہوتی۔ مخالفین زیادہ سے زیادہ یہی کہتے کہ ملک صاحب کہ پہلو کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے مخلص دوستوں، واقف کاروں اور لوگوں کو یہ اطمینان ہوتا کہ ملک صاحب نے سکندر مرحوم کی محبت بھری یاد کے احترام حق ادا کیا۔ اور اپنے متعلق بعض شکوک کے باوجود اس احترام کو قائم رکھا۔

لیکن افسوس کہ انہوں نے زبان کشائی پسند فرمائی اور جو کچھ کہا وہ کسی فہیم، بالغ نظر اور متوازن دماغ کے انسان کے لئے کسی وجہ سے بھی باعث اطمینان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کی عام حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی وکیل اپنے موکل کے مقدمے کو ہر اعتبار سے کمزور پا کر محض طوالت کلام سے مضبوط بنانا چاہے اور اس کا انحصار محض اس بات پر ہو کہ عام سننے والے کے دل میں گوناگوں شکوک پیدا ہو جائیں اگرچہ اصلاً ان کے لئے کوئی گنجائش موجود نہ ہو۔

مسز درگا پرشاد کے مقدمے کو بڑا پھیلا کر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا ماحصل اس کے سوا کیا ہے کہ مسز درگا پرشاد کے خلاف بعض الزامات لگائے گئے۔ اور معلوم ہے کہ اس خاتون کے خلاف اخباروں میں بھی کئی چیزیں چھپ چکی تھیں۔ سردار شوکت حیات خاں نے ان الزامات کی تحقیق کا حکم دیا۔ پھر موصوفہ کو موقع دیا کہ لاہور کارپوریشن کے چیف آفیسر کے سامنے اپنے ڈیفنس کا انتظام کرے۔ چیف آفیسر کی رپورٹ یہ تھی کہ مسز درگا پرشاد کے خلاف الزامات ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن سردار شوکت حیات خاں نے یہ حکم دے دیا کہ موصوفہ ملازمت کی اہل نہیں ہیں۔

لیکن اس سارے سلسلے میں ایک خلا بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ سردار شوکت حیات خاں نے سارے کاغذات اور بیانات خود ملاحظہ فرمائے۔ اور یہ کاغذات سکرٹری کے ذریعے سردار صاحب کے پاس پیش ہوئے ہوں گے جس کی رائے پر "سرکاری اسرار" کا پردہ ڈال دیا گیا ہے اور اس کی وجہ کا سمجھ لینا مشکل نہیں۔ پھر اگر سردار صاحب نے سارے حالات پر غور و فکر کے بعد اس خاتون کو اس عہدے کے لئے مناسب نہ سمجھا جس پر وہ فائز تھی۔ تو اس میں کونسی ہولناک بے انصافی کا ارتکاب ہوا۔ وزیر اعظم صاحب نے ایک طرف تو اس بات پر خاص زور دیا کہ وزیر اپنے تمام احکام کے لئے خود اپنے رفیقوں اور مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ اور وہ ماتحتوں کی رائے کے دامن میں پناہ نہیں لے سکتا۔ دوسری طرف وزیر اعظم صاحب کے سارے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ لاہور کارپوریشن کے چیف آفیسر کی رائے کے بعد مسز درگا پرشاد کو بالکل بری الذمہ سمجھ لینا چاہیئے تھا۔

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی نظر انداز کر دی گئی کہ معاملہ ایک خاتون کا تھا۔ جو لاہور کارپوریشن کے ماتحت تعلیم نسواں کی سپرنٹنڈنٹ تھی اور اس سلسلہ میں محض یہ دیکھ لینا کافی نہیں تھا کہ چیف آفیسر کے نزدیک الزامات ثابت نہیں ہو سکے۔ بلکہ یہ بھی سوچنا تھا کہ پیش شدہ شہادتوں میں ان کیلئے واقعی کوئی بنیاد موجود ہے یا نہیں؟ ۔ اگر سردار شوکت حیات خاں کے نزدیک بنیاد موجود تھی تو مسز درگا پرشاد کی برطرفی کا حکم دینے میں بالکل حق بجانب تھے۔

سب سے آخر میں یہ کہ زیادہ سے زیادہ اس معاملہ کو رائے اور اندازے کی غلطی سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ اور ایسی غلطیاں ہر وزیر اور ہر افسر سے سرزد ہوتی رہتی ہیں معصومیت محض کا آسمانی پروانہ کسی کے بھی پاس موجود نہیں۔ ہز ایکسیلنسی اور وزیر اعظم کو اگر یہ حکم نامناسب معلوم ہوا تھا۔ تو وہ اسے منسوخ کر سکتے تھے۔ لیکن اس معاملہ کو سردار شوکت حیات خاں کی برطرفی کی بنیاد بنانے کی کونسی وجہ تھی؟ کیا مختلف عدالتوں کے فیصلے بالائی عدالتوں میں رد نہیں ہوتے اور کیا اپیل استردادات کے بعد ماتحت عدالتوں کے افسروں کو برطرف کیا جاتا ہے؟ کیا ماتحت افسروں کے احکام کو بالادست حکام رد نہیں کرتے۔ اور کیا اس کے ساتھ ہی ماتحت افسر موقوف ہو جاتے ہیں؟ ہمارے ہاں تو ایسی مثالوں کی بھی کمی نہیں کہ مثلاً صوبے کی سب سے بڑی عدالت نے بعض سرکاری افسروں کے خلاف شدید الزامات عائد کئے بایں ہمہ وہ افسر اپنے عہدوں پر موجود ہیں۔

پھر سردار شوکت حیات خاں کو مسز درگا پرشاد کے ساتھ ذاتی کاوش کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ موصوفہ کی برطرفی کے لئے مضطرب ہوتے یہ بھی نہیں کہ سردار صاحب نے پے در پے اس قسم کے احکام جاری کئے۔ جن کی بنا پر گورنر اور وزیر اعظم نے انہیں "عادی مجرم" قرار دے لیا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ برطرفی کے بعد سردار صاحب نے مسز درگا پرشاد کے پراویڈنٹ فنڈ کی ساری رقم ادا کرنے کا حکم جاری کیا۔ یہ موصوفہ کے خلاف کسی کاوش کا ثبوت نہیں ہے۔

غرض جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کاش ملک خضر حیات خاں اس سلسلے میں خاموش رہتے۔ اگر ان کے سامنے سردار شوکت حیات کے خلاف یہی مواد تھے تو زبان کشائی کے مقابلے میں خاموشی بدرجہا بہتر تھی۔

دوسرے معاملے یعنی خرید اراضی کے متعلق جو کچھ کہا گیا۔ وہ بظاہر مسز درگا پرشاد کے معاملے سے بھی زیادہ افسوسناک ہے لیکن اس پر ہم فی الحال مفصل بحث نہیں کریں گے۔ بلکہ سردار شوکت حیات خاں کے جوابی بیان کا انتظار ضروری ہے۔ جس کے بغیر واقعات کی حقیقی صورت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس سلسلے میں ایک بات ایسی ہے جس کے لئے کسی جوابی بیان کے انتظار کی ضرورت نہیں یعنی وزیر اعظم کے بیان کے اس حصے کو سردار شوکت حیات خاں کی برطرفی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے کہ برطرفی صرف مسز درگا پرشاد کے معاملے پر عمل میں آئی تھی اور جب اصل سوال صرف برطرفی کے وجود کے متعلق تھا۔ نہ کہ سردار صاحب کی عام روش کے متعلق۔ تو پھر اسے کیوں خواہ مخواہ بیچ میں لایا گیا؟ کیا اس لئے کہ مسز درگا پرشاد کا معاملہ کافی وزندار نہ تھا۔ اور ضرورت تھی کہ سردار شوکت حیات خاں کی بے زری کے سلسلے میں بھی شبہات کی فضا پیدا کی جائے؟ اگر یہ امر بھی برطرفی کے محرکات میں شامل تھا تو گورنر اور وزارت نے اسے بھی ۲۶ اپریل ۱۹۴۴ء ہی کو کیوں ظاہر نہ کر دیا؟

بہرحال یہ ساری داستان نہایت ہی افسوسناک ہے۔ اور ہماری قطعی رائے یہی ہے کہ کاش ملک خضر حیات خاں غلط مشوروں کی بنا پر یا مخالفوں کے اشتعال میں آ کر اس قصے کو نہ اٹھاتے! سردست ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا اظہار خوشنودی

ماہ فروری ۱۹۴۵ء میں مختلف تبلیغی اداروں کی بیعت کا حسب ذیل نقشہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ نیز عرض کیا گیا۔ کہ ضلع گوجرانوالہ کی تین جماعتیں یعنی مانگٹ اونچے پیرکوٹ اور مدرسہ چٹھہ بیعت میں اضافہ کے لئے قابل ذکر جدوجہد کر رہی ہیں:۔

بذریعہ مقامی تبلیغ	۲۸
بذریعہ دیہاتی مبلغین	۱۹
بذریعہ دیگر مبلغین نظارت دعوۃ و تبلیغ	۴۰
بذریعہ مقامی جماعتہائے احمدیہ اندرون ہند	۱۵۵
بذریعہ انسپکٹران بیت المال	۹
	۲۶۵

حضور نے ملاحظہ فرما کر [illegible] "الحمد للہ [illegible] جزاکم اللہ [illegible]" (پرائیویٹ سکرٹری)

آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کی ملکی اور سیاسی خدمات

گورنمنٹ برطانیہ سے ہندوستان میں درجہ نو آبادیات کا آئین نافذ کرنے کا مطالبہ

آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جو نو آبادیات کی کانفرنس میں شمولیت کے لئے گورنمنٹ ہند کے تجویز کردہ ایک وفد کے صدر کی حیثیت سے تشریف لے گئے ہیں۔ سرکاری حلقوں میں اہل ہند کے جذبات اور خواہشات کی نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمانی کرنے کے علاوہ پبلک پر بھی انکے مطالبات کی اہمیت ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لنڈن ریڈیو سے ایک تقریر براڈکاسٹ کی۔ جس میں ہندوستان کی سیاسی مشکلات کا حل پیش کیا۔ ذیل میں اس کے ملخص کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

میں نے جب سے انگلستان میں قدم رکھا ہے۔ مجھ سے ہندوستان کی آئینی الجھنوں کے بارے میں بہت سے سوالات پوچھے جا رہے ہیں۔ مثلاً ہندوستان کا سیاسی قضیہ کیوں حل نہیں ہوتا۔ ہندو اور مسلمان کیوں مفاہمت نہیں کرتے؟ ہندوستان کو کب آزادی ملے گی۔ ہندوستان آزاد ہو کر کامن ویلتھ میں شامل رہے گا یا نہیں؟ ان سوالات کا جواب دینا آسان کام نہیں۔ کیونکہ جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے۔ وہ کہہ چکا ہے۔ کہ ہندوستانی آپس میں کوئی سمجھوتہ کر کے کوئی آئین بنالیں۔ برطانیہ اسے منظور کر لیگا۔ دوسری طرف ہندوستانی آپس میں سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اور یہ مسئلہ ایک الجھن سی بن کر رہ گیا ہے۔ تین سال پیشتر سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان گئے تھے۔ اس وقت سے آج تک ہندوستان میں الجھن سلجھانے کی بڑی کوششیں ہوئیں۔ مگر ناکام رہیں۔ دنیا تین سال کے عرصے میں کہیں سے کہیں نکل گئی۔ مگر ہندو مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اس وقت محاذ جنگ پر ۲۵ لاکھ ہندوستانی سپاہی دنیا کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ ہندوستان کی طرف سے اس قدر سامانِ جنگ فراہم کیا گیا ہے۔ کہ آج ہندوستان جیسا مقروض ملک قرضخواہ بن گیا ہے۔ صنعت و حرفت بہت زیادہ ترقی کر گئی ہے۔ مگر اس کے سیاسی مستقبل کا کوئی حل پیدا نہیں ہوا۔ اور اس کے بغیر سب ترقیاں فضول ہیں۔ میں نے برطانوی مدبروں کے سامنے یہ تجویز رکھی ہے۔ کہ ان کی طرف سے اعلان ہونا چاہیئے۔ کہ اگر ہندوستان کے لوگ جنگ جاپان کے اختتام کے ایک سال بعد تک کوئی سمجھوتہ پیش کریں۔ تو برطانیہ اسے تسلیم کرے گا۔ اگر سمجھوتہ نہ کر سکیں۔ تو برطانیہ اپنی طرف سے آئین تیار کر کے پارلیمنٹ میں پیش کر دیگا۔ اس کی شکل یہی ہوگی۔ کہ ہندوستان کو آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ کینیڈا اور جنوبی افریقہ کا سا درجہ دیا جائیگا۔ ہندوستان کی اسمبلی کو پارلیمنٹ کے منظور کردہ آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ تاکہ بعد میں ہندوستانی آپس میں اتحاد کر کے آئین کو اپنے ڈھب کے مطابق لا سکیں۔ بہر حال حکومت کو ایسا اعلان کر دینا چاہیئے۔ جس سے دسمبر ۱۹۴۶ء تک ہندوستان کی آئین سازی کی ذمہ واری برطانیہ پر عائد ہو۔ برطانوی پارلیمنٹ کا تیار کردہ آئین ہندوستان کو منظور نہ ہوا۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب تک ہندوستانی اپنا آئین بنانے یا اس قانون میں ترمیم کرنے پر متحد نہ ہو جائیں۔ وہی آئین رائج رہے گا۔ جسے پارلیمنٹ نے منظور کیا ہو۔ میں نے حکومت برطانیہ سے یہ درخواست کی ہے۔ کہ اگر ہندوستان کی کوئی سیاسی جماعت اس آئین سے علیحدہ رہنے کی خواہش رکھتی ہو۔ تو اس کے لئے ایسا کرنے کی گنجائش رکھی جائے۔ دوسری گنجائشیں بھی رکھی جائیں۔ اگر ہندوستان چاہے۔ کہ مرکز میں دو ہاؤسوں کی بجائے ایک ہی ہاؤس ہو۔ تو اس کے لئے ایک آئینی الجھن پیدا نہ ہو سکے۔ یا ہندوستان مرکز کے لئے بالواسطہ انتخابات چاہے۔ تو وہ ایسا کر سکے۔ یعنی شروع میں انتخابات صوبائی اسمبلیوں کے ہوں۔ اور ان کے نمائندے مرکزی اسمبلی کے لئے منتخب ہو سکیں۔ اس وقت ہندوستان میں ایک جماعت ایسی بھی ہے۔ جو مرکزی آئین سے اپنے آپ کو الگ رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لہذا برطانوی پارلیمنٹ کی طرف سے جو آئین منظور ہو۔ اس میں اس امر کی گنجائش ضرور رکھنی چاہیئے۔ بعض برطانوی مدبر کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے آئین کی ذمہ واری برطانیہ پر عائد نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن ان کا یہ بہانہ بالکل عذر لنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندوستان کی سیاسی الجھن کا حل برطانیہ کو دنیا بھر میں سرخرو کردیگا۔ اگر وہ اس کام میں عہدہ برآ ہو گیا۔ تو دنیا میں اسکی عزت میں چار چاند لگ جائینگے۔ ناکام رہا تو اسکے وقار کو بٹہ لگ جائیگا۔ اس وقت برطانیہ امن عالم کی عمارت تعمیر کر رہا ہے۔ اس نے یونان یوگوسلاویہ اور پولینڈ جیسے ملکوں کے ناقابل حل سوالات کو حل کر دکھایا ہے۔ کیا ہندوستان کا حق برطانیہ پر اس قدر بھی نہیں جتنا یوگوسلاویہ پولینڈ اور یونان کا ہے؟ اگر برطانیہ ہندوستان کا مسئلہ حل کر دے۔ تو اس سے بہت سی الجھنیں حل ہو جائیں گی۔ خود انگلستان کی بہبود کا تقاضا بھی یہی ہے۔

ہندوستان کے مسئلہ کے حل پر دنیا کے امن اور تہذیب کے مستقبل کا دارومدار ہے

آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے گذشتہ ہفتہ کے سپکٹیٹر میں ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے ہندوستان کے متعلق اپنی تجاویز کی مفصل طور پر وضاحت فرمائی ہے۔ اس مضمون کا جو خلاصہ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

آپ لکھتے ہیں کہ برطانوی حکومت کو اس امر کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ کہ اگر ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں میں کوئی متفقہ معاہدہ ہو جائے۔ تو برطانوی حکومت اسے فوری عملی شکل دینے کو تیار ہے۔ اور اگر ہندوستانی کوئی باہمی سمجھوتہ نہ کر سکے۔ تو جاپان کے خلاف جنگ کے ختم ہوتے ہی برطانوی حکومت ہندوستان کو دیگر نو آبادیات کے مساوی پوزیشن پر لانے کے لئے اپنی تجاویز پارلیمنٹ میں پیش کر کے انہیں عملی شکل دے دیگی۔ آگے چل کر آنریبل سر ظفر اللہ خاں صاحب نے لکھا ہے۔ کہ برطانوی حکومت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہ کر ہندوستان کے سیاسی ڈیڈلاک کے متعلق اپنی ذمہ واری سے بچ نہیں سکتی۔ یہ کہا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی مختلف سیاسی پارٹیوں کو باہمی سمجھوتہ کے لئے ایک سال کی میعاد بہت تھوڑی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میری تجویز کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔ کہ برطانوی حکومت اپنی تجاویز جنگ جاپان کے خاتمہ کے بعد عمل میں لائیگی۔ یعنی کم سے کم دو سال کا وقفہ پڑ جائیگا۔ اگر ایک بار ہندوستان کو دیگر نو آبادیات کے مساوی درجہ دے دیا جائے۔ تو اسے حق ہوگا۔ کہ وہ قاعدہ کے مطابق اپنے آئین میں مختلف پارٹیوں کی رضامندی سے مناسب تبدیلی کر سکے۔ ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ تیار کرتے وقت تمام حقائق کی تحقیقات کی جا چکی ہے۔ سپرو کمیٹی بھی اپنا کام کر رہی ہے۔ اسکی رپورٹ سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ مختلف سیاسی پارٹیوں کا جدید ترین زاویہ نگاہ کیا ہے۔ ریاستوں کے متعلق ہندوستان کے آئین میں ایسا انتظام ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے اس میں شامل ہو سکیں۔ انہیں زبردستی کسی آئین میں شمولیت کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ اقلیتوں کی مذہبی تمدنی تعلیمی اور لسانی آزادی کے لئے آئین میں جوڈیشل تحفظات کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ وہ جوڈیشل کارروائی کے ذریعہ کسی بے انصافی کا تدارک کرائیں۔ نئے آئین میں گورنر جنرل اور گورنروں کو خاص ذمہ واریاں مفقود کر دینی چاہئیں۔

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کی مختلف سیاسی پارٹیوں کی رضامندی کے بغیر پارلیمنٹ کا بنایا ہوا آئین ہندوستان میں نافذ کیا جا سکے گا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ آئین میں اس بات کا انتظام ہوگا۔ کہ اس میں تبدیلی کی جائیگی۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کو اس کے نفاذ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکے گا۔ اس بات کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی پارٹی آئین سے تعاون کرنے کو تیار نہ ہو۔ آئین میں اس بات کا انتظام ہونا چاہیئے۔ کہ کسی پارٹی کے عدم تعاون کی صورت میں بھی یہ نافذ کیا جا سکے۔

آخر میں آپ نے لکھا ہے۔ کہ مختلف پارٹیوں میں باہمی سمجھوتہ کی میعاد مقرر کرانے سے میرا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ اس قسم کے سمجھوتہ کی عدم موجودگی میں ہندوستان کا آئین تیار کرنے کی ذمہ واری برطانوی حکومت پر جا پڑیگی۔ وہ اس ذمہ واری سے بچ نہیں سکتی۔ ہندوستان اس بات کا حق رکھتا ہے۔ کہ وہ برطانوی سیاستدانوں سے اپنے آئین کی ترتیب میں امداد مانگے۔ برطانوی حکومت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے مسئلہ کے حل پر دنیا کے امن اور تہذیب کے مستقبل کا دارومدار ہے اور اسکی اہمیت اس قدر زیادہ ہے۔ کہ بعض حلقوں کو

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

ٹوکیو ۱۱ مارچ - ٹوکیو پر جو بمباری کی گئی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر شاہی محل میں آگ لگ گئی - جو متواتر ستر گھنٹے لگی رہی - ٹوکیو کی اطلاعات مظہر ہیں کہ امریکن ائرن قلعوں نے آدھی رات کے وقت حملہ کیا۔

مانچسٹر ۱۱ مارچ - "مانچسٹر گارڈین" کے خاص مضمون نگار آنریبل سر ظفر اللہ خاں صاحب کی تجاویز پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہندوستانیوں میں متفقہ سمجھوتہ نہ ہونے کے باوجود ان کی پیش کردہ تجاویز پر عمل کرنے کامیابی ہو سکتی ہے -

کانڈی ۱۱ مارچ - ۱۹ ویں ہندوستانی ڈویژن نے مانڈلے نام کی پہاڑی پر قبضہ کر لیا ہے یہ شہر کے شمال مشرق میں واقع ہے مانڈلے کے قلعہ پر شمال کی طرف سے شدید حملے جاری ہیں - شہر کے مغرب میں مشتبہ جاپانی جا رہے ہے ایراوادی کے مشرقی کنارے کے دو دیہات پر قبضہ کر لیا گیا ہے - لاشیو کے جنوب مغرب اور مشرق میں چینی فوجوں کی سرگرمیاں جاری ہیں - رنگون میں جاپانی ذخیروں پر بمباریاں کی گئیں

ماسکو ۱۱ مارچ - ڈانزگ اور گڈینیا میں پھنسے ہوئے جرمنوں کے خلاف مزید اور تازہ کامیابیوں کے نتیجے کے طور پر روس کے روسی جال کو اور زیادہ کس دیا گیا ہے -

واشنگٹن ۱۱ مارچ - صدر روزویلٹ نے امریکہ میں ہندوستانیوں کے داخلے کے متعلق سیلر بل کی تصدیق کر دی ہے - اس بل کی رو سے ہندوستانیوں کو ایک محدود پیمانہ پر امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیجائے گی - اس وقت امریکہ میں مقیم ہندوستانیوں کو حقوق دیئے جائیں گے -

لندن ۱۱ مارچ - جرمن نیوز ایجنسی نے ڈاکٹر گوبلز کے ایک آرٹیکل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جنگ اپنے انتہائی خطرات کے دور سے گزر چکی ہے - اور اب اس کا خاتمہ جلد ہی ہو جائے گا۔

برلین ۱۱ مارچ - جرمن نیوز ایجنسی نے اعلان کیا ہے - کہ ہٹلر دریائے اوڈر کے محاذ پر پہنچ گیا ہے - جہاں اس نے محاذ کا معائنہ کیا - ہیڈ کوارٹرز سٹیشن کے لئے بری اور بحری اور فضائی جنگ شروع ہو چکی ہے

لاہور ۱۱ مارچ - کل شام دیوان بہادر راجا نریندرا ناتھ صدر پنجاب صوبائی ہندو

مہاسبھا ۸۱ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے - راجا صاحب آنجہانی بڑے اچھے فارسی دان صاحب علم تھے آپ پنجاب کے ان چند لوگوں میں سے تھے - جو سب سے پہلے سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے راجا صاحب برسوں ای - اے - سی رہے - اور ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے

لندن ۱۱ مارچ - کل روسی فوج برلین سے ۲۸ میل کے فاصلے پر تھی - جرمن مبصروں کے تبصرے مایوسی سے لبریز نظر آ رہے ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ برلین کے مشرقی محاذ پر روسیوں کا سیلاب پھر بڑھ رہا ہے - برلین کی طرف بڑھنے والی روسی فوج کو روکنے کے لئے کفن بردوش جرمن دستے بھیج دیئے گئے ہیں -

نیویارک ۱۱ مارچ - موصولہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ بعض جرمن راہ گیر کے علاقے میں دریائے رائن کو عبور کر کے اس کے مغربی کنارے پر آ رہے ہیں - تاکہ اتحادیوں کے آگے ہتھیار ڈال سکیں -

لندن ۱۱ مارچ - کل جاپان ریڈیو نے میجر جنرل سوما کی ایک تقریر براڈ کاسٹ کی ہے - جس میں کہا گیا ہے کہ بحر الکاہل کی لڑائی کا فیصلہ جاپان میں ہو گا - اور جاپانی قوم کو اس کے لئے پوری طرح تیار رہنا چاہیئے

نئی دہلی ۱۱ مارچ - مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کی ایک تحریک تخفیف ۵۹ اور ۴۸ ووٹوں کی نسبت سے منظور ہو گئی اس تحریک میں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے مطالبہ زر میں تخفیف کا مطالبہ کیا گیا تھا - موجودہ اجلاس میں حکومت کی یہ ۸ ویں شکست ہے،

واشنگٹن ۱۱ مارچ - بحر الکاہل کے بحری بیڑے کے امیر نے ایک کانفرنس میں اعلان کیا - کہ اگرچہ اتحادی وسائل میں عظیم الشان اضافہ ہو گیا ہے - اور دشمن لڑکھڑا رہا ہے - اس کے ذرائع محدود ہو گئے ہیں - لیکن ایشیا میں جنگ لمبی ہو گی - اس کی وجہ جاپان کی جغرافی پوزیشن ہے - نیز اس کی فوجی طاقت ابھی تک برقرار ہے اس نے حال ہی میں ایسے تیز رفتار طیارے

بنائے ہیں کہ جن کو تباہ کرنے میں اتحادیوں کو بہت دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے -

لندن ۱۱ مارچ - وزیر نوآبادیات سے دارالعوام میں یہ سوال دریافت کیا گیا کہ عدن میں ریلیف کا کام کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں - وزیر نوآبادیات نے جواب دیا کہ عدن میں ایک شدید قحط پڑنے کا خدشہ ہے - ریلیف کا کام کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں

پیرس ۱۱ مارچ - محاذ سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ رائن کے مورچے پر پہلی بڑی لڑائی شروع ہو گئی ہے - جرمن اس کی طرف بڑھ رہے ہیں - اور شدید گولہ باری کر رہے ہیں -

ٹوکیو ۱۱ مارچ - جاپانی نیوز ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ فرانسیسی ایڈمرل ڈیکر گورنر جنرل فرانسیسی ہند چینی اور دوسرے فرانسیسی لیڈروں کو جاپانی فوج نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے -

پیرس ۱۱ مارچ - کل رات ویسل کے رقبہ میں سخت دھماکا ہوا - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنوں نے دریائے رائن کا ایک اہم پل تباہ کر دیا ہے - اس علاقہ میں چار ہزار جرمن گرفتار کئے گئے ہیں -

لندن ۱۱ مارچ - جرمن نیوز ایجنسی کے بیان کے مطابق مغربی سلیشیا میں لابن گورلیٹا میں جو مارشل گوبلز کے مورچہ کے بالکل نزدیک واقعہ ہے - تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر گوبلز نے کہا کہ ہمارے ہتھیار ڈالنے کا وقت کبھی نہیں آئے گا - دشمن کو شکست دی جا سکتی ہے - کیونکہ ہم نے اسے کئی مرتبہ شکست دی ہے -

لندن ۱۱ مارچ - مشرقی افریقہ میں سب سے بڑا ہیرا حال ہی میں ٹانگانیکا میں شنیگا کی ہیرے کی کانوں سے ملا ہے یہ ہیرا ۲۱۲ کیرٹ کا ہے - اور شکل میں گلاب کے پھول سے ملتا جلتا ہے - اس کی قیمت ۱۵ ہزار پونڈ یعنی ۱۹ لاکھ روپیہ ہے - جس لڑکے کو یہ ہیرا ملا ہے اس کو ۲۰ پونڈ اور پندرہ مویشی انعام دیئے گئے

واشنگٹن ۱۱ مارچ - بحری محکمہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ۱۲ مزید جاپانی جہاز جن میں کچھ امدادی جہاز بھی تھے - مشرقی سمندروں میں امریکی آبدوزوں نے غرق کر دیئے ہیں

کانڈی ۱۱ مارچ - برما کے محاذ پر ۳۶ ویں برطانوی ڈویژن نے مانگ منتھ کو دشمن سے آزاد کرا لیا ہے - یہ شہر ریلوں اور سڑکوں کا بہت بڑا مرکز ہے - مانڈلے میں دشمن سخت مقابلہ کر رہا ہے - مانڈلے کے شمال کی بیرونی آبادیوں میں بچے کھچے جاپانیوں کا صفایا کیا جا رہا ہے مایہ تھا میں ہماری فوجیں کامیابی سے دشمن پر حملہ کر رہی ہیں - کل اتحادی ہوائی جہازوں نے سارے برما میں سرگرمی دکھائی مانڈلے سے تین چار میل جنوب کی طرف رسد کے ذخیروں پر بم باری کی - جہاں زور کی آگ بھڑک اٹھی - سیپو پر بھی بم باری کی گئی اور سخت نقصان پہنچایا گیا -

لندن ۱۱ مارچ - یورپ کے مغربی مورچہ پر دشمن نے جہاں قدم جما رکھے تھے کل وہاں سے اس نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ہے - اور صرف چند میل چوڑا رہ گیا ہے - دریائے رائن پر امریکن فوجوں نے اپنا مورچہ اور وسیع کر لیا ہے -

ماسکو ۱۱ مارچ - مشرقی مورچے پر روسی فوجیں بڑے زور کے حملے کر رہی ہیں - ڈینزگ اور اس کے آس پاس سے جرمنوں کو پیچھے دھکیلا جا رہا ہے جرمن سڑکوں پر بارودی سرنگیں بچھاتے اور ریلوں کو تباہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ رہے ہیں -

لندن ۱۱ مارچ - آج ٹوکیو میں جاپانی پارلیمنٹ کا جلسہ ہوا - جس میں وزیر اعظم نے اس خطرہ کا اظہار کیا کہ خاص جاپان اور ہند چینی پر اتحادی عنقریب چڑھائی کرنے والے ہیں - اور ہماری حالت بہت زیادہ نازک ہو گئی ہے -

نئی دہلی ۱۱ مارچ - آج لیگ کے سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ کا جلسہ ہوا - جس کے فیصلے کے مطابق نواب زادہ لیاقت علی خاں نے وزیر اعظم سندھ کو بذریعہ تار یہ اطلاع دی کہ آپ استعفیٰ دے دیں - اور ایسی وزارت بنائیں جس کے سارے ممبر مسلم لیگی ہوں

لندن ۱۱ مارچ - کل ٹوکیو پر [illegible] بمباری [illegible] معلوم ہوا ہے کہ ٹوکیو کا [illegible] علاقہ بمباری سے تباہ ہو گیا - اس [illegible]